# علمِ منطق ـــــ ایک جائزہ

جناب شبیر احمد خاں غوری، ایم۔ اے ایل ایل بی سابق رجسٹرار
امتحانات عربی و فارسی اتر پردیش

(۱)

اس عنوان سے برہان کے پچھلے شماروں میں ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ اس میں چند باتیں قابلِ غور ہیں:۔

مضمون نگار نے اُن بنیادی اصولوں سے بے اعتنائی برتی ہے جو اس قسم کی علمی و تحقیقی سرگرمیوں کے لیے اساسی حیثیت رکھتے ہیں (اُن کی تفصیل آگے آئے گی)

اپنے مآخذ و مصادر سے نقل اقتباسات میں اُن سے ایسی فروگزاشتیں ہوئی ہیں جن کا صدور عربی مدارس کے ایک نوآموز طالب علم سے بھی مستبعد ہے۔

مثلاً انھوں نے "برہان نومبر ۱۹۷۵ء صفحہ ۲۹۵ سطر ۶-۹ پر فرمایا ہے:۔

"چنانچہ پروفیسر مصطفیٰ عبد الرزاق کہتے ہیں کہ جو علم بطور آلہ ہوتا ہے، اس زمانہ میں اکثر ممالک کے اندر اسے عادۃً علم منطق کہا جاتا ہے۔ لیکن شاید دوسری قوموں کے یہاں اس کا دوسرا نام ہو، پھر بھی اسی مشہور نام کے ساتھ ہی اُسے موسوم کرنے کو ہم ترجیح دیتے ہیں"

مصطفیٰ عبد الرزاق نے "تمہید الی تاریخ الفلسفۃ الاسلامیہ" ص ۶۲ سطر ۷-۸ میں لکھا ہے:۔

" ولابن سینا فی تعریف الحکمۃ وتقسیمہا مسلک طریف سلکہ فی منطق المشرقیین فقال

39368

(حکمت کی تعریف اور تقسیم کے باب میں ابن سینا کا ایک نیا عمدہ طریقہ ہے جسے اس نے منطق المشرقیین میں اختیار کیا ہے پس وہ کہتا ہے)

اس کے بعد انھوں نے شیخ کی "منطق المشرقیین" سے ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے جو ان کی کتاب کے صفحہ ۶۲ سطر ۹ سے صفحہ ۶۵ سطر ۲۰ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کا آغاز بھی "واوین" کے ساتھ ہوتا ہے:-

" فی ذکر العلوم: ان العلوم کثیرۃ والشھوات لھا مختلفۃ ولکنھا تنقسم اول ما تنقسم . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . .

اور اختتام بھی "واوین معکوس" ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔

. . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . .

ھو حین نشتغل بایراد العلم الآلی ھو المنطق [1]"

بیچ میں کہیں بھی اس کا تسلسل نہیں ٹوٹا۔ خود مصطفیٰ عبد الرزاق نے ص ۶۵ کے پائیں حواشی میں اس طویل اقتباس کے حوالہ کے طور پر لکھا ہے:

(۱) منطق المشرقیین صفحہ ۵ - ۸

اس سے اس طویل اقتباس کی طوالت واضح ہو جاتی ہے۔ غرض یہ پورا اقتباس شیخ بوعلی سینا کا قول ہے اسی طویل اقتباس میں صفحہ ۶۲ سطر ۲۴ - ۲۶ پر ہے:-

" والعلم الذی یطلب لیکون آلۃ ـــــ قد جرت العادۃ فی ھذا الزمان وفی ھذہ البلاد ان یسمی علم المنطق ولعلّ لہ عند قوم آخرین اسماء اُخر لکننا نؤثر ان نسمیہ بھذا الاسم المشھور"

اس لیے یہ بھی بوعلی سینا ہی کا قول ہے نہ کہ مصطفیٰ عبد الرزاق کا۔ پھر بھی اگر انھیں اس باب میں کوئی شک تھا تو وہ "منطق المشرقیین" سے مراجعہ کر کے دور کر سکتے تھے

---

[1] "منطق المشرقیین ص ۵ - ۸"

شیخ بو علی سینا کی "منطق المشرقیین" کوئی نادر و کمیاب مخطوطہ تو نہیں ہے جو صرف یورپ یا امریکہ ہی میں دستیاب ہو سکتا ہے۔ یہ ایک مطبوعہ کتاب ہے جو بآسانی مل سکتی ہے اس کے صفحہ ۵ سطر ۱۶-۱۸ اپر یہ عبارت: "والعلم الذی یطلب ..... بهذا الاسم المشهور" من وعن موجود ہے۔

بہر حال اُسے شیخ کے بجائے مصطفیٰ عبدالرزاق کا قول بتانا اور لکھنا:۔

"چنانچہ پروفیسر مصطفیٰ عبدالرزاق کہتے ہیں کہ جو علم ..... الخ۔"

ایک انتہائی غیر ذمّہ دارانہ فروگذاشت ہے کیونکہ اس سے اس قول کے مضمرات و متضمنات ہی بدل گئے، مضمون نگار نے اسے مصطفیٰ عبدالرزاق کی طرف منسوب کر کے یہ بتایا ہے کہ بیسویں صدی میں مصر کے اندر ہم اسے منطق کہتے ہیں، انگلینڈ اور انگریزی میں (LOGIC) اور ہندوستان کی سنسکرت درسگاہوں میں तर्क शास्त्र "ترک شاستر" न्याय शिक्षा نیائے شکشا तर्क विद्या "ترک ودیا"۔ حالانکہ شیخ جو اس قول کا قائل ہے یہ کہنا چاہتا ہے کہ پانچویں صدی ہجری کے آغاز میں اس کے وطن (فی ہذہ البلدان) خراسان میں یہ علم منطق کہلاتا تھا۔ ممکن ہے قلمروئے اسلام (جو اس وقت ہند و کش سے اسپین تک پھیلی ہوئی تھی) کے دوسرے علاقوں میں یا سنین ماضیہ میں کسی دوسرے نام سے موسوم ہو (جیسے ریاضی (MATHMATICS) شیخ کے زمانہ میں "ریاضیات" کہلاتا تھا مگر اس سے کوئی نصف صدی پہلے فارابی جس کی زندگی کا بیشتر حصّہ بغداد اور دمشق میں گزرا تھا، اس علم کو "تعلیم" کے نام سے یاد کرتا تھا۔)

اس تفصیلی تبصرے سے واضح ہو جاتا ہے کہ "قائل" کی شخصیت کی صحیح تحقیق ہو جانے سے اس کے قول کا مفہوم کس قدر بدل گیا۔

لیکن اس سے کہیں زیادہ افسوسناک وہ فروگذاشتیں ہیں جو مضمون نگار سے معمولی الفاظ و فقرات کے ترجمہ میں سرزد ہوئی ہیں۔ مثال کے طور پر اسی اقتباس میں

ایک فقرہ ہے : "فی ہذہ البلدان" نہایت آسان کہ ایک مبتدی بھی بسہولت ترجمہ کریگا۔ مگر مضمون نگار نے اس کا ترجمہ "اکثر ممالک" کیا ہے۔ خدا نے انھوں نے "ہذہ" کے اشارے کو کیوں نظر انداز کردیا اور "البلدان" کے اندر "الف لام" کی یہ کون سی قسم ہے جس میں "اکثریت" (اکثر ممالک کے اندر) کے معنی مضمر ہیں۔ اس غلطی کے لیے تو "نحومیر" پڑھنے والے طالب علم کو بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔

اسی طرح مضمون نگار نے دوسری جگہ (برہان دسمبر ۱۹۷۵ء ص ۳۶۹ سطر ۱۰، ۱۱) لکھا ہے :-

"صاحب تمہید لکھتے ہیں لفظ روم کا اطلاق کبھی کبھار مشرقی جمہوریہ رومانیہ پر اور اکثر یونان پر ہوتا ہے۔"

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

"صاحب تمہید" کے الفاظ حسب ذیل ہیں (ملاحظہ ہو تمہید لدراسۃ الفلسفۃ الاسلامیۃ ص ۳۸ پائیں حواشی (۱))

"(۱) یطلق لفظ الروم علی سکان الامبراطوریۃ الرومانیۃ الشرقیۃ احیانا ویطلق فی الغالب علی الیونان۔"

"امبراطوریہ" کا ترجمہ "جمہوریہ" اور "رومانیہ الشرقیہ" کا ترجمہ "مشرقی رومانیہ" کس قدر گمراہ کن ہے۔

"امبراطوریہ" امپائر یا EMPIRE کا معرب ہے جس کے معنی "شہنشاہیت" ہیں[1]

---

[1] اگر مضمون نگار کو "امبراطوریہ" کا لفظ عربی زبان کی قدیم لغات میں نہیں مل سکا تو انھیں جدید عربی کی لغات میں تلاش کرنا چاہیے تھا۔ مثلاً الیاس انطون الیاس کی "القاموس العصری" عربی، انگریزی (مطبوعہ المطبعۃ العصریۃ۔ قاہرہ) جس کے دسویں اڈیشن، ص ۲۰ کے دوسرے کالم کی سطر ۴۴ پر مرقوم ہے۔ امبراطوریہ EMPIRE اسی طرح ص ۵۵۵ کے دوسرے کالم کی سطر ۳۴ پر مرقوم ہے۔ رومانی ROMAN اور جب یہ لفظ "امبراطوریہ" کی صفت نسبتی کے طور پر آئیگا تو مرکب، توصیفی ہوگا۔ "امبراطوریہ الرومانیہ" (ROMAN EMPIRE) ۱۲ قاسم۔

اور اسی طرح "جمہوریت" کی ضد ہے جس سے مراد شورائی حکومت ہوتی ہے اسی طرح "رومانیہ" سے مراد عہدِ حاضر کا ملک "رومانیہ" نہیں ہے بلکہ "رومن" ROMAN ہے اور "امبراطوریۃ الرومانیہ" کے معنی ہیں مشرقی رومن امپائر EASTERN (ROMAN EMPIRE:

عربی مدارس کے اساتذہ اس بات کے تو مکلف نہیں ہیں کہ وہ یونان و روم کی تاریخ کا علم اُن کتابوں سے حاصل کریں جو عہدِ حاضر میں یورپی فضلاء نے لکھی ہیں۔ لیکن ایسے علمارِ عظام سے جو نہ صرف یونان بلکہ ایران وہندوستان کی فلسفیانہ سرگرمیوں کا جائزہ مرتب کرنے کی اڑان بھر رہے ہوں یہ توقع بجا طور پر کی جائے گی کہ وہ کم از کم مسعودی جیسے عرب مورخین ہی کی کتابیں پڑھ چکے ہوں گے۔

بہرحال صورت حال یہ ہے کہ شروع میں روم (جس سے مراد رومیوں کی وہ مملکت ہے جو شہر روم (ROME) اور اُس کے مضافات میں قائم ہوئی تھی) کے اندر جمہوری نظام حکومت تھا۔ بعد میں ملوکیت قائم ہوئی جو اپنے عہد عروج میں "رومی شہنشاہیت" ROMAN EMPIRE بن گئی۔ ۱۴۶ ق م میں بادشاہ روم نے یونان کو بھی فتح کر کے اپنی سلطنت میں ضم کر لیا اور وہ عظیم رومن امپائر کا ایک حصّہ بن کر رہ گیا۔ عرب مورخ مسعودی بھی ملک روم کے سربراہانِ حکومت کو بادشاہ "ملوک" ہی بتاتا ہے اور اس نے ان بادشاہان روم کے دو طبقے کئے ہیں: ایک بت پرست بادشاہوں کا اور دوسرا مسیحی المذہب بادشاہوں کا چنانچہ "التنبیہ والاشراف" ص ۱۲۳ میں لکھتا ہے :-

"ذکر الطبقۃ الاولیٰ من الملوک الروم وھم الصابون"

اور صفحہ ۱۳۱ پر لکھتا ہے :- "ذکر الطبقۃ الثانیہ من ملوک الروم وھم المتنصرۃ"

اسی طرح "مروج الذہب ومعدن الجواہر" (جلد اول ص ۲۶۹ میں لکھتا ہے :-

## "ذکر ملوک الروم المتنصرہ"

مسعودی قیصر اوغسطس AUGUSTUS کے ذکر میں لکھتا ہے:-

"وتواریخ الروم بأوغسطس یبتدی لانه اول ملك من ملوك الروم خرج عن مدینة رومیه ..... فاستولی علی ملك الیونانیین ومصر والشام وقتل قلوبطرہ آخر ملوك الیونانیین فاجتمع له ملك الروم والیونانیین وزالت رسوم الیونانیین فسمی الجمع روما"

(التنبیه والاشراف صفحه ۱۲۴)

رومیوں کی تاریخ اوگسٹس سے شروع ہوتی ہے کیونکہ وہ روم کے بادشاہوں میں پہلا بادشاہ ہے جو شہر روم سے نکلا... ... اور یونانیوں کے ملک اور مصر اور شام پر قابض ہوگیا۔ اس نے ملکہ کلیوپیٹرا کو جو آخری یونانی تاجدار تھی قتل کردیا۔ اس طرح روم اور یونان دونوں اس کے قبضہ میں آگئے یونانیوں کے نشانات مٹ گئے اور پورے ممالک مقبوضہ کا نام "روما" (ROME) قرار پایا۔

بعد میں قیاصرہ روم کا اقتدار صرف سلطنت کے مشرقی حصّہ میں رہ گیا جو "بوزنطیہ" (BYZANTIA) کہلاتا تھا۔ اس کی سیاسی وجوہ جو کچھ ہوں (جن کی تفصیل روم کی جدید تاریخوں بالخصوص گبن کی سقوط سلطنت روما DECLINE AND FALL OF ROMAN EMPIRE) میں ملیگی)، مگر مسعودی نے لکھا ہے کہ پہلا عیسائی رومی شاہنشاہ قسطنطین روم سے "بوزنطیہ" چلا آیا اور یہاں قسطنطینہ کا شہر آباد کرکے اسے اپنا دارالسلطنت بنایا۔

"ملك قسطنطین .... وكان اول ملك انتقل من ملك الروم

قسطنطین کا عہد حکومت ..... وہ پہلا بادشاہ ہے جو مملکت روم (کے ابتدائی

عن رومیہ الی بوزنطیہ وھی مدینہ القسطنطنیہ فبناھا وسماھا باسمہ"۔

دار السلطنت) روم سے منتقل ہو کر بوزنطیہ چلا آیا جو شہر قسطنطنیہ کا نام ہے یہاں آکر اس شہر کو تعمیر کیا اور اپنے نام پر اس کا نام رکھا۔

بہرحال عظیم رومن امپائر کا یہی علاقہ تاریخ میں "مشرقی رومن امپائر" کے نام سے موسوم ہوا اور اسی لیے مسلمان اسے 'روم' کہتے تھے، اگرچہ یہاں کے اصل باشندے اور اسی طرح یہاں کے علوم یونانی الاصل تھے (اسی علاقے کو مصطفی عبدالرزاق نے "امبراطوریہ الرومانیہ الشرقیہ" کہا ہے)

اسی "مشرقی رومن امپائر" کے قیاصرہ سے ایران کے ساسانی بادشاہوں کی جنگیں ہوا کرتی تھیں۔ یہی روم صدر اسلام میں ایران کے ہاتھوں ہارا تھا اور بعد میں غالب آیا۔ جس کی طرف قرآن کریم اشارہ کرتا ہے:۔

الم۔ غلبت الروم۔ فی ادنی الارض وھم من بعد غلبتھم سیغلبون۔

اسی روم کا بادشاہ ہرقل تھا جس کے پہلے سال جلوس میں ہجرت نبوی ظہور میں آئی، مسعودی لکھتا ہے:۔

"ھرقل وفی اول سنتہ من ملکہ کانت ھجرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"۔

بعد میں روم کا یہی بادشاہ ہرقل عہد فاروقی میں شام کے مسلمانوں کے قبضہ میں آجانے پر الوداعی سلام کر کے ہمیشہ کے لیے یہاں سے چلا گیا تھا (مسعودی کے لفظوں میں: واشرف علی الشام علیک السلام یا سوریہ۔ سلام مودع لا یعود الیک ابداً۔

اسی روم کے بادشاہ سے دوسرے عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے یونانی ریاضی کی کتابیں عربی میں ترجمہ کر کے منگائی تھیں جیسا کہ ابن خلدون کہتا ہے:۔

"فبعث ابوجعفر المنصور الی ملک الروم ان یبعث الیہ بکتب التعالیم مترجمۃ"۔

پس خلیفہ ابو جعفر منصور نے بادشاہ روم سے کہلا بھیجا کہ وہ ریاضیات کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرا کر اُسے بھیجدے۔

اسی روم کے بادشاہ نقفور (NICEPHQRUS) سے خلیفہ ہارون الرشید کی لڑائیاں ہوئی ہیں۔ مسعودی لکھتا ہے :-

"ثم ملک علی الروم نقفور بن اسراق وکانت بینه وبین الرشید مراسلات" (مروج الذہب جلد اول ص ۲۸)

پھر روم کا بادشاہ نقفور بن اسیراق ہوا اور اُس کے اور رشید کے درمیان خط وکتابت ہوئی۔

اور اسی روم کے بادشاہ سے ہارون الرشید کے بیٹے خلیفہ مامون نے اصرار کرکے یونانی علوم کے جواہر پارے بغداد منگائے، جیسا کہ ابن الندیم نے کتاب الفہرست میں لکھا ہے :-

"ان المامون کان بینه وبین ملک الروم مراسلات وقد استظهر علیه المامون۔ فکتب الی ملک الروم یسأله الاذن فی انفاذ ما من مختار من العلوم القدیمة المخزونة المدخرة ببلد الروم فاجاب الی ذلک بعد امتناع۔"

خلیفہ مامون اور بادشاہ روم کے درمیان خط وکتابت ہوئی اور مامون نے اُس پر دباؤ ڈالا۔ پس اُس نے بادشاہ روم کو لکھا اور اس سے اجازت مانگی کہ اس کے (بادشاہِ روم کے) ملک میں قدیم علم وحکمت کے جو منتخب نسخے تھے اور روم کے شہر میں اُن کے ذخائر تھے انھیں (بغداد) بھیجدے۔ پس بادشاہ روم نے پہلے منع کیا اور پھر راضی ہوگیا۔

(باقی)